خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

PAYAM-E-HAYA

ای میگزین

پیامِ حیاء

جمادی الاول 1447ھ NOVEMBER 2025

شمارہ نمبر 56

طمانیت کا سفر

خواتین کے لیے صحت کا تحفظ

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	3
نعت (فائق ترابی)	4
اداریہ: رب کی رضا کا موسم	5
حضرت خالد بن ولیدؓ (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)	6
خواتین کے لئے صحت کا تحفظ (فاطمہ سعید الرحمن)	8
موجودہ دورہ کے فتنے اور انکا سد باب (ابو محمد)	9
نظم: محبت کیا ہے (مفتی اعظم پاکستان تقی عثمانی صاحب)	10
انس شریف شہید کی اہلیہ کا جگر پاش انٹرویو (ضیاء چترالی)	11
سید سلیمان ندوی (عذرا خالد)	13

مضامین	صفحہ نمبر
سیرت النبی ﷺ قسط: ۹ (زوجہ محمد اقبال)	15
مریم مختار شہید (عائزہ چوہدری)	16
نعم البدل (بشریٰ حفیظ الدین)	17
عجب امتحان میں خود کو ڈال دیا (صالحہ شروانی)	18
ذرا مسکرائیں	19
خواتین کے مسائل (دارالافتاء الاخلاص)	20
عورت کا اصل مقام (افروز عنایت)	21
افسانہ: طمانیت کا سفر (حنا اسماعیل جدہ)	23
احترام (رضیہ عطاءاللہ)	25
بیوٹی ٹپس (ام حسن)	26
حقیقت پر مبنی: جہالت (فرح احمد زئی)	28
پکوان (عائشہ صدیقہ)	30

Published at
www.Darsequran.com

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبدالرحمن سعید
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیما رضوان۔ ناجیہ شعیب احمد۔
عذرا خالد

کلامِ الٰہی

اے نبیؐ "کہہ دیجیے کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔"

(سورۃ آل عمران-آیت 112)

کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

(صحیح البخاری/کتَابُ العِلْمِ/حدیث:100)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرے گنبد کے پراسرار نظارے دیکھوں
آنکھ بھر آئے تو میں دل کے سہارے دیکھوں

اے مرے ماہِ مبیں! خواب میں دیکھوں تجھ کو
تیرے چو گرد ترے سارے ستارے دیکھوں

کبھی دیکھ آؤں ثقیفہ میں ابو بکر کا فیض
کبھی خیبر میں ترے شیر کے مارے دیکھوں

کبھی فاروق میں دیکھوں تری خواہش کا وفور
کبھی عثمان میں قرآن کے پارے دیکھوں

کبھی دیکھوں تری بیٹی سے عقیدت تیری
کبھی شانوں پہ ترے راج دُلارے دیکھوں

کُھلتی جائیں ابو طالب کی وفائیں ساری
میں جو شعبِ ابو طالب کے نظارے دیکھوں

جن کے دامن میں تری آل کی تکریم نہیں
اُن کے دامن میں خسارے ہی خسارے دیکھوں

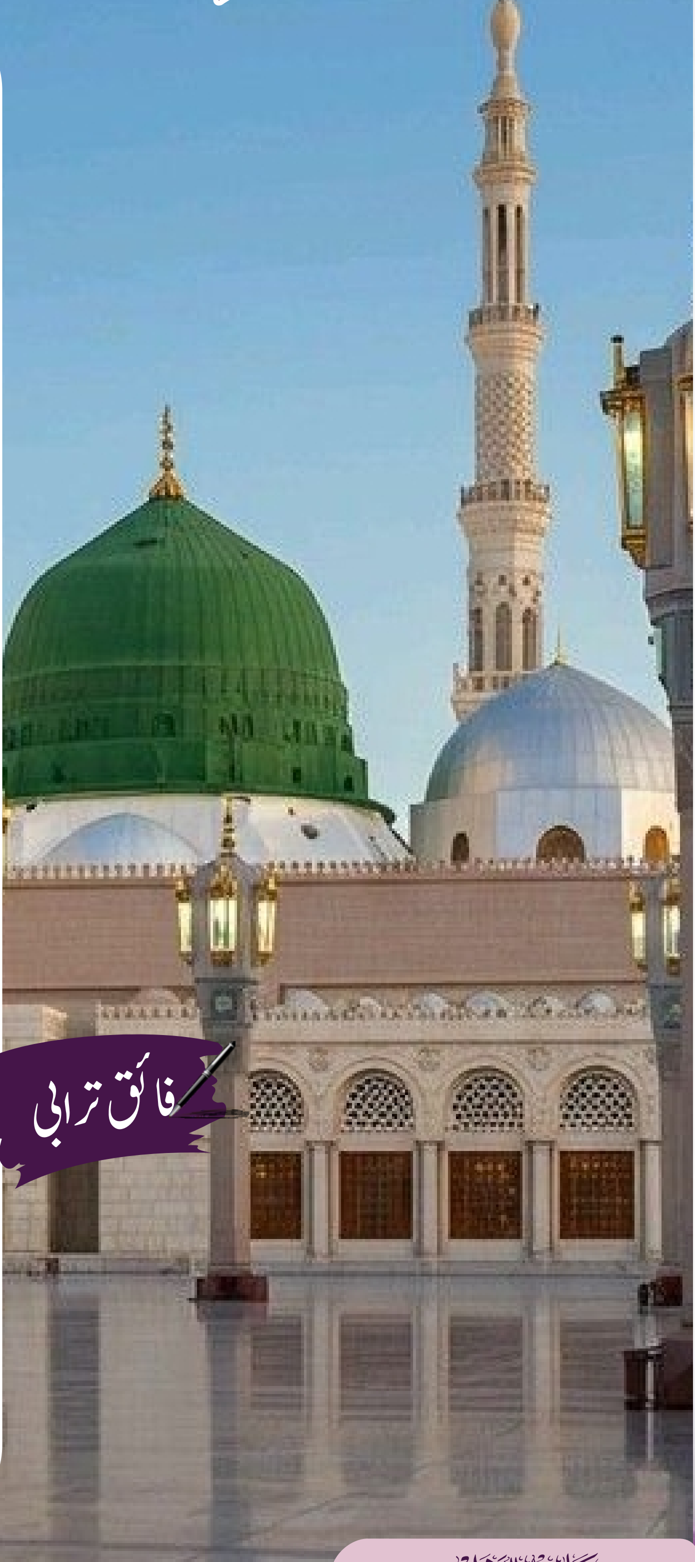

فائق ترابی

اداریہ
رب کی رضا کا موسم

نومبر کا مہینہ آتے ہی سردیوں نے دامن پھیلائے ہیں۔ دن مختصر ہوئے ہیں تو راتیں لمبی ہو گئی ہیں۔ یہ تبدیلی محض موسمی نہیں، بلکہ ہمارے رب کی طرف سے ایک انمٹ تحفہ ہے۔ ایک موقع کہ ہم اپنے دنوں کو کارآمد اور راتوں کو روحانی روشنی سے منور کر سکیں۔

سردیوں میں وقت کی منصوبہ بندی:

سحر و شام کے درمیان گھڑی کے پہیے تیز گھومتے ہیں۔ دن چھوٹا ہو تو کام بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اے بہنو! معمولاتِ زندگی کو ترتیب دینا ہماری سعادت ہے:

صبح جلدی اُٹھ کر فجر کی نماز پڑھیں۔ دن بھر کے کاموں کی فہرست بنائیں۔ گھر کے کام بچوں میں بانٹیں۔ کھانا پکانے اور صفائی کے اوقات مختصر مگر مؤثر بنائیں۔

راتوں کو عبادت سے جگمگائیں:

سرد راتیں جب چادر اوڑھ کر سوئے جانے کو دل چاہے، تو یاد کریں۔ یہی تو وہ گھڑیاں ہیں جب ہمارے رب کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ تہجد کے لیے اُٹھیں، اگرچہ دو رکعت ہی کیوں نہ ہوں۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں، چاندنی راتوں میں رب کے کلام کی انوار بکھیریں۔ ذکر و اذکار کے ذریعے دل کو راحت بخشیں۔ مغفرت کی دعائیں مانگیں، خاص طور پر تھرتھراتی سردی میں بھی اللہ کو پکارنا ثوابِ عظیم ہے۔

گھریلو مشورے:

رات کے لیے ہلکا اور زود ہضم کھانا تیار کریں۔ گرم مشروبات جیسے ادرک کی چائے، ہلکے قہوے کا استعمال کریں۔ بچوں کو جلدی سُلانے کا اہتمام کریں تاکہ آپ عبادت کے لیے وقت نکال سکیں۔

آیئے! اس نومبر کو اپنی روحانی ترقی کا مہینہ بنائیں۔ سردیوں کی سیاہ راتوں کو عبادت کے چراغوں سے جگمگا دیں۔

پیام حیاء ای میگزین کے لیے آپ بھی کہانی، مضامین لکھیں۔ مستقل سلسلے جیسے حمد، نعت، نظمیں، اقوال زرین، معلومات، صحت اور بیوٹی ٹپس، پکوان، آپ بیتی اور تبصرہ اپنے نام اور شہر لکھ کر واٹس ایپ کر سکتے ہیں۔

+92 313 2127970

اللہ کی تلوار۔۔۔میدان جہاد کے شہسوار

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

حضرت خالد بن ولیدؓ کو دنیا کی تاریخ کا سب سے عظیم سپہ سالار مانا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی ایک نشانی اور حضور اکرم ﷺ کا ایک معجزہ تھے۔ وہ تاریخ انسانی کے واحد جرنیل تھے جنہوں نے سینکڑوں معرکوں میں شرکت کی اور کبھی شکست نہیں کھائی۔ وہ قریش کی شاخ بنو مخزوم کے سردار ولید بن مغیرہ کے فرزند تھے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ ۸ میں صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اسلام لائے۔ اس وقت ان کی عمر لگ بھگ پینتالیس سال تھی۔

قبول اسلام کے کچھ ہی عرصے بعد انہوں نے شام کے علاقے موتہ کے مقام پر ہونے والی جنگ میں اسلامی فوج کے تین قائدین کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی کمان کی اور رومیوں کے سو گنا بڑے لشکر کے مقابلے میں ثابت قدم رہے۔ وہ بذات خود اس شدت سے لڑے کہ ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ آخر کار وہ کسی بڑے جانی نقصان کے بغیر رومیوں کو پسپا کر کے مجاہدین کو بحفاظت واپس لے آئے۔ اس کارنامے پر دربار رسالت سے انہیں "سیف اللہ (اللہ کی تلوار)" کا لقب عطا ہوا۔

حضرت خالد ولیدؓ نے فتح مکہ غزوہ طائف، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مرتدین اور منکرین ختم نبوت کی سرکوبی اور عراق کی فتوحات کے آغاز میں ان کا کردار سب سے نمایاں رہا۔ ان کی شجاعت و بسالت دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے تھے "کوئی عورت خالد جیسا بیٹا پیدا نہیں کر سکتی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں شام کی فتوحات میں انہوں نے حریف پر اپنی جنگی مہارت کا سکہ اس طرح بٹھایا کہ دنیا انہیں ناقابل شکست تصور کرنے لگی۔ انہوں نے اپنی ٹوپی میں حضور اکرم ﷺ کے چند بال محفوظ کر رکھے تھے۔ اس کی برکات کو وہ اس طرح بیان فرماتے تھے:

"یہ ٹوپی پہن کر میں جس جنگ میں بھی شریک ہوا، اس میں فتح نصیب ہوئی"۔

وہ ایک فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ جہادی مہمات کے دوران ان کی تقاریر مجاہدین میں ایک نئی روح پھونک دیا کرتی تھیں اور ان کے پر شکوہ جملوں سے دشمن کانپ جاتا تھا۔ اہل فارس سے سامنا ہوا تو اس شیر نر نے انہیں یہ پیغام بھیجا: "میرے ساتھ ایسی قوم ہے جسے موت ویسی

ہی پیاری ہے جیسی تمہیں شراب ”۔

جہاد کا ذوق وشوق ان کی روح میں رچ بس گیا تھا۔ان کا کرتا زرہ پہننے کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتا تھا۔ تلوار کمر سے بندھی رہتی تھی۔ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے کبھی خون آلود تیر اپنے عمامے میں اڑس لیتے تھے۔
فرماتے تھے: کسی نئی نویلی دلہن کے ساتھ رات گزارنے کے مقابلے میں مجھے یہ کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں پوری رات مجاہدین کی جماعت کے ساتھ برف باری میں سفر کروں اور بوقت سحر دشمن سے جا بھڑوں۔

موت کا سامنا کرنا ان کے نزدیک ایک کھیل تھا۔شہادت ان کی دلی مراد اور سب سے بڑی آرزو تھی،اسی تمنا کے پورے ہونے کی خاطر بھی میدان جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے۔کہتے تھے۔“میں یہ سوچ کر کبھی فرار نہیں ہوا کہ یا تو اللہ مجھے شہادت کا رتبہ دے گا، یا فتح کی عزت“۔

اللہ پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کے سامنے زہر لایا گیا۔آپ بسم اللہ پڑھ کر اسے بے خوف وخطر پی گئے اور ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ایسے مقبول دعا تھے کہ ایک بار کوئی شخص شراب کا مشکیزہ لایا۔آپ کو شہد کی طلب تھی،دعا کی اللہ اسے شہد بنادے۔آنافانا وہ شراب شہد میں تبدیل ہو گئی۔ عمر بھر جہاد میں گزاری،یہی ان کی روح کی غذا تھی۔اس کو وہ سرمایہ آخرت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے،فرماتے تھے:"اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے بعد میرے نزدیک اس سے زیادہ امید والا عمل اور کوئی نہیں کہ میں نے ایک پوری رات اس طرح گزاری کہ آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔میں سر پر ڈھال تانے کھڑا تھا۔ہم سحر کا دھندلا ہونے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ کفار پر حملہ کر دیں۔"

وہ علم کے بڑے شائق تھے۔ان سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ مگر انہیں اس بات کا افسوس رہتا تھا کہ جہادی مصروفیات کی وجہ سے علوم سکھنے کا زیادہ موقع نہ ملا۔ فرماتے تھے:"جہاد مجھے زیادہ پڑھنے سے مانع رہا"۔

۲۲ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ان کا مزار شام کے شہر حمص میں ہے۔وفات کے وقت روئے دنیا کے اس دلیر ترین انسان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔وہ فرمارہے تھے: میں موت کو ہر اس جگہ تلاش کرتا رہا جہاں وہ مل سکتی تھی۔ میں نے اتنی جنگیں لڑیں کہ جسم پر تھوڑی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں تلوار، تیر یا نیزے کا زخم نہ ہو۔ مگر افسوس کہ اس کے باوجود بستر پر مر رہا ہوں۔آپؓ کی زندگی سادا اور مجاہدنہ تھی جو ہاتھ میں آتا وہ اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتے۔ وفات سے پہلے اپنا اسلحہ اور گھوڑا بھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کرنے کی وصیت فرمادی۔ آپ کی وفات کی خبر پورے عالم اسلام میں نہایت صدمے کے ساتھ سنی گئی۔ مرد تو کیا عورتیں اور باندیاں تک اشک بار تھیں۔ مدینہ منورہ کی ایک باندی بے ساختہ یہ اشعار پڑھ رہی تھی:اے خالد! جب مردوں کے چہروں کا رنگ بدل جاتا، تو آپ تنہا دس لاکھ سے زیادہ کارگر ثابت ہوتے تھے۔"حضرت عمرؓ نے یہ شعر سنا تو فرمایا" بالکل سچ کہا، وہ ایسے ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ

خواتین کے لیے صحت کا تحفظ

فاطمہ سعید الرحمن

خواتین کسی بھی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ وہ ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کے روپ میں خاندان کی تعمیر و ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلام نے عورت کو بلند مقام عطا کیا ہے اور اس کی صحت و تندرستی کی حفاظت کو نہ صرف اس کا حق بلکہ اس کی دینی و دنیاوی کامیابی کی بنیاد قرار دیا ہے۔

سردیوں کا موسم اپنے ساتھ کئی صحت کے مسائل لے کر آتا ہے، خاص طور پر خواتین کے لیے جنہیں گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ بچوں اور خاندان کی دیکھ بھال کی ذمہ داریاں بھی نبھانی ہوتی ہیں۔

1. گرم اور متوازن غذا کا استعمال: سردیوں میں گرم غذائیں جیسے دالیں، سوپ، اور ہلدی والا دودھ کا استعمال بڑھائیں۔ خشک میوہ جات اور قدرتی شہد کو اپنی روزمرہ خوراک کا حصہ بنائیں۔ وٹامن سی سے بھرپور پھل جیسے سنگترے، مالٹے اور موسمبی کھائیں۔

2. گرم کپڑوں کا استعمال: سر، کان اور ہاتھوں کو ڈھانپ کر رکھیں۔ گرم اور آرام دہ کپڑے پہنیں، خاص طور پر صبح و شام کے اوقات میں۔ پیروں میں گرم جرابیں پہننا نہ بھولیں۔

3. جلد کی حفاظت: سرد ہواؤں سے جلد خشک ہو سکتی ہے، اس لیے قدرتی تیل جیسے ناریل کا تیل یا بادام کا تیل استعمال کریں۔ ہونٹوں پر ویسلین لگائیں تاکہ وہ پھٹنے سے بچے رہیں۔

4. ورزش اور حرکت: سردیوں میں گھر کے اندر ہلکی پھلکی ورزش جاری رکھیں۔ صبح کی دھوپ میں بیٹھیں تاکہ وٹامن ڈی حاصل ہو سکے۔

ایک خاتون جب اپنی صحت کا خیال رکھتی ہے تو درحقیقت وہ پورے خاندان کی صحت کی ضامن بنتی ہے۔ سردیوں میں خصوصی احتیاط اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ وہ اپنے بچوں، شوہر اور گھر والوں کی بہتر طریقے سے دیکھ بھال کر سکے۔

بیوی کے طور پر اپنے شوہر کے ناز و نخرے اٹھانا، ان کی خوشیوں اور غم میں شریک ہونا، اور گھر کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا اس وقت ہی ممکن ہو پاتا ہے جب خاتون تندرست و توانا ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (بخاری)

ایک خاتون بھی اپنے گھر کی نگران ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی صحت کا بھی خیال رکھے۔

موجودہ دور کے فتنے اور ان کا سدِ باب

ابو محمد

موجودہ دور اپنے اندر اتنی پیچیدگیاں سمیٹے ہوئے ہے کہ انسان کبھی حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور کبھی خوف میں۔ یہ دور فتنے کا دور اس لیے بھی کہلاتا ہے کہ ہر طرف سے آزمائشیں ہماری سمت بڑھتی آرہی ہیں، کبھی نظریات کی شکل میں، کبھی اخلاقی رویّوں میں، کبھی معاشی کمزوریوں کے طور پر اور کبھی ٹیکنالوجی کی ظاہری چمک کے ساتھ۔

انسان کے سامنے آج سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ کس چیز کو حقیقت سمجھے اور کس چیز کو فریب، کس آواز پر یقین کرے اور کس آواز کو بے بنیاد سمجھ کر نظرانداز کرے، کون سا راستہ اس کی اصل کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اور کون سا راستہ اسے گمراہی میں ڈال دیتا ہے۔

سوشل میڈیا نے دنیا کو ایک چھوٹا گاؤں بنادیا ہے لیکن اسی طرح انسان کے دل کو ہزاروں سمتوں میں بکھیر بھی دیا ہے۔ ہر لمحہ نئی سوچ، نئی بحث، نیا نظریہ سامنے آجاتا ہے، اور انسان اپنی اصل کا پتہ کھوتا جارہا ہے۔ یہ فتنہ صرف معلومات کے اضافے کا نہیں، بلکہ ذہنی الجھن، روحانی خلا اور اخلاقی کمزوری کا بھی ہے۔ مادیت نے انسان کے دل کو اس قدر جکڑ لیا ہے کہ اب سکون، وقار اور حیا جیسے الفاظ صرف سننے کی حد تک رہ گئے ہیں۔

عبادت رسم ہوگئی ہے، قرآن صرف تلاوت کے لیے رہ گیا ہے، دل کی گہرائی سے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بہت کم لوگوں کا معمول ہے۔ گھروں میں برکت کم، پریشانیاں زیادہ، ناچاقیاں عام اور برداشت کم ہوتی جارہی ہے۔ بچے ماں باپ کے ادب سے دور ہورہے ہیں، خاندان کا نظام ٹوٹنے لگا ہے، محبت اور احترام کی جگہ بے حسی اور خودغرضی نے لے لی ہے۔ اخلاقی انحطاط اتنا بڑھ چکا ہے کہ بے حیائی، فحاشی، عریانی اور غیر ضروری دوستیوں کو عام بات سمجھا جانے لگا ہے۔ پردہ اور حیا کی قدر گھٹ چکی ہے، جبکہ خواہشات کی پیروی بڑھ گئی ہے۔ سود، دھوکا، جھوٹ اور لالچ معاشی نظام کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ رزقِ حلال کی تلاش کم ہوتی جا رہی ہے جبکہ حرام ذرائع تیزی سے عام ہورہے ہیں۔

پھر لوگ حیران ہوتے ہیں کہ گھروں میں برکت کیوں نہیں، دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں، دل بے چین کیوں رہتا ہے، اور ذہن الجھنوں میں کیوں پھنسا رہتا ہے۔ مذہبی تفرقہ بازی نے بھی امت کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ لوگ دین کی روح کو چھوڑ کر مسلکی اختلافات میں الجھ گئے ہیں، ایک طرف وہ اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہیں اور دوسرے کو باطل قرار دیتے ہیں، حالانکہ اسلام کی اصل روح برداشت، علم، اخلاص اور صبر ہے۔ اختلاف رائے ہونا فطری ہے مگر اسے دشمنی

میں بدل دینا بہت بڑا فتنہ ہے۔ غیبت، بدگمانی اور تذلیل نے بھائی چارے کو نقصان پہنچایا ہے۔ مادیت کے اس دور میں روحانیت ناپید ہوتی نظر آ رہی ہے۔ دلوں سے اللہ کا خوف کم ہوتا جا رہا ہے، ذکر اللہ کمزور پڑ گیا ہے، دل کی نرمی ختم ہو رہی ہے اور دنیا کی دوڑ میں انسان اپنی آخرت کو بھولتا جا رہا ہے۔ نفس کی خواہشات غالب ہیں، اور انسان وہی کرتا ہے جو وقتی خوشی یا فائدہ دے۔ چاہے وہ اخلاق اور دین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ان تمام فتنوں کا سدِّباب صرف اسی طرح ممکن ہے کہ انسان اپنے اندر شعور بیدار کرے، قرآن و سنت کی طرف پوری سنجیدگی کے ساتھ رجوع کرے، سیرتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا عملی معیار بنائے، نفس کی خواہشات کو قابو میں رکھے اور دنیا کی چمک دمک کے بجائے اصل کامیابی آخرت کی تیاری کو سمجھے۔ اگر گھر میں قرآن کی روشنی ہو، اگر عبادت دل کی گہرائی سے ہو، اگر رزق حلال کمایا جائے، اگر زبان نرم، دل وسیع اور نیت پاک ہو تو فتنے خود بخود کمزور پڑ جاتے ہیں۔

معاشرہ تبھی ٹھیک ہو گا جب فرد خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔ والدین اپنے بچوں کی تربیت علم اور ایمان کے ساتھ کریں تو نسلیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اگر انسان یہ سمجھ لے کہ دنیا عارضی ہے اور اصل زندگی آخرت ہے تو وہ مادیت کے جال میں نہیں پھنسے گا۔ اگر لوگ برداشت، محبت اور رواداری سے جینے لگیں تو فرقہ واریت ختم ہو جائے گی۔ اگر انسان کچھ وقت اللہ کے ذکر میں گزارے، نماز کو دل کی تڑپ کے ساتھ ادا کرے، تو اس کے اندر وہ سکون پیدا ہو گا جو سوشل میڈیا، شہرت یا دولت کبھی نہیں دے سکتی۔ یہی امن، یہی وقار اور یہی مضبوطی انسان کو فتنوں سے بچاتی ہے اور یہی موجودہ دور کے مسائل کا حقیقی اور دائمی حل ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی

محبت کیا ہے؟، دل کا درد سے معمور ہو جانا
متاعِ جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہو جانا

یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو
کوئی آسان ہے کیا سرمد و منصور ہو جانا

ہماری بادہ نوشی پر فرشتے رشک کرتے ہیں
کسی کے سنگِ در کو چومنا مخمور ہو جانا

بَسا لینا کسی کو دل میں دل ہی کا کلیجا ہے
پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہو جانا

قدم ہیں راہِ اُلفت میں تو منزل کی ہوس کیسی
یہاں تو عین منزل ہے تھکن سے چُور ہو جانا

نظر سے دور رہ کر بھی تقیؔ وہ پاس ہیں میرے
کہ میری عاشقی کو عیب ہے مہجور ہو جانا

(تیسری قسط)

انس شریف شہیدؒ کی اہلیہ کا جگر پاش انٹرویو

ننھی شام کی رُلا دینے والی باتیں اور یادیں

ضیاء چترالی

انس کی اہلیہ نے بتایا: ''شام ہمیشہ اپنے بابا انس سے پوچھتی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے؟ انس جواب دیتے: بیٹی، دشمن مجھے مار دینا چاہتا ہے۔ تو شام معصومیت سے اُنہیں گلے لگاتی، دونوں ہاتھوں سے اُن کا چہرہ تھام لیتی اور کہتی: بابا نہ ڈریں، وہ آپ کو ہرگز نہیں مار سکیں گے۔ انس کی زندگی کا سفر بھی ایک درد بھری کہانی ہے۔ انہوں نے جامعہ الاقصیٰ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر آزاد فوٹو گرافر کے طور پر میدانِ جدوجہد میں اترے۔ اُن کے کیمرے کا شیشہ محض منظر قید نہیں کرتا تھا، بلکہ قابض دشمن کے مظالم کی شہادت بن جاتا تھا اور جب غزہ پر تازہ قیامت ٹوٹی تو انس نے رفتہ رفتہ الجزیرہ کے ساتھ کام شروع کیا اور بالآخر اُس کے نمائندے بن گئے۔ وہ نمائندہ جو اپنی جان کی قیمت پر سچ کو زندہ رکھتا رہا، یہاں تک کہ خود سچ کی راہ میں قربان ہو گیا۔ انس کی کہانی محض ایک صحافی کی نہیں، بلکہ ایک باپ کی، ایک شوہر کی اور ایک عاشقِ وطن کی کہانی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ ایک ننھی شام کی ادھوری مسکراہٹ کی کہانی ہے جو آج بھی بابا کی آواز سننے کے لیے ماں کا فون تھامے بیٹھی ہے اور تڑپ رہی ہے۔

بیان کے مطابق: ''انس پہلے ہی ایک صاحبِ پیغام انسان تھے، توانائی سے بھرپور، مخلص اور نڈر۔ میں نے انہیں اُبھارا کہ وہ الجزیرہ کا حصہ بنیں، کیونکہ میں جانتی تھی کہ وہ حق کی تصویر بہتر طور پر دنیا کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔'' بیان مزید کہتی ہیں: ''جب انس الجزیرہ میں شامل ہوئے تو انہوں نے سمجھا کہ اللہ نے انہیں ایک ایسا پلیٹ فارم دیا ہے جس پر وہ مظلوموں کی آواز بنیں اور اُن پر لازم ہے کہ اس امانت کو بہترین طریقے سے نبھائیں۔''

مگر جلد ہی دھمکیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسے میں بیان اُنہیں حوصلہ دیتی اور تنبیہ کرتی: ''انس، احتیاط سے، بلا خطرہ کام کیجیے۔ یاد رکھیں ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔'' اور انس جواب دیتے: ''اللہ ہی محافظ ہے اور ہمیں وہی کچھ پہنچے گا جو اُس نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔''

بیان کی زندگی کے وہ بائیس ماہ جیسے صدیوں پر محیط تھے۔ انتظار، جدائی، خوف اور تنہائی کا بوجھ وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ اٹھائے رہی اور انس، جو ساتھ ہوتے ہوئے بھی گویا غیر موجود تھے۔ وہ بتاتی ہیں: ''جتنا بھی

ذہنی دباؤ سہتی، انس سے ملاقات اور اُن کی قربت میری تمام تکالیف کو مٹا دیتی۔ اُن کے الفاظ میرے لیے ڈھارس تھے، وہی میرا حوصلہ اور صبر کا سہارا تھے۔" پھر اچانک بیان رکتی ہے، کمرے پر نظر دوڑاتی ہے اور آنکھوں میں نمی لیے سوال کرتی ہے: "اب مجھے کس کے لیے چھوڑ گئے؟ اے انس، میں اپنی طاقت کہاں سے لاؤں؟"

انس اور ان کے گھر کے درمیان صرف چند منٹ اور دو گلیوں کا فاصلہ تھا، لیکن ملاقاتیں محدود رہتی تھیں۔ انہیں ڈر تھا کہ دشمن کہیں اُنہیں قریب پا کر اہلِ خانہ کو بھی نشانہ نہ بنالے۔ مگر انس کی آواز بچوں سے کبھی کٹتی نہ تھی۔ بیان کہتی ہیں: "میرے دل پر قہر سا گزرتا جب بھی اُن سے پوچھتی کہ کب وہ دن آئے گا جب ہم سب ایک ہی چھت تلے، بغیر کسی خطرے یا چھپنے کے، سکون سے جی سکیں گے؟"

بہت سوں کو شاید "مکمل انسان" کہنا مبالغہ لگے، مگر بیان کے لیے یہ الفاظ بھی انس کی سیرت کے مقابلے میں کم ہیں۔ وہ پُر یقین لہجے میں کہتی ہیں: "انس مثالی شوہر تھے، مثالی بیٹے اور مثالی باپ۔ خدا کی قسم، اُن جیسا ہم دوبارہ نہیں پائیں گے۔"

شہادت سے صرف پانچ دن پہلے انس نے بیان کو ایک پیغام بھیجا، جس میں کئی وصیتیں درج تھیں۔ سب سے پہلی یہ کہ اُن کے جانے پر آنسو نہ بہائے۔ پھر کہا کہ بچوں کو تعلیم ضرور دلانا، اُنہیں اُس تربیت سے گزارنا جس کا وہ خواب دیکھتے تھے اور اپنی وہ تعلیم مکمل کرنا جو انس نے ان کے لیے منتخب کی تھی۔ اپنی ماں کا خاص خیال رکھنے کی بھی تلقین کی اور آخر میں لکھا: "بیان، میرا پچھلے دنوں کی گھر میں عدم موجودگی ثابت کر چکی ہے کہ تم مضبوط اور باصلاحیت ہو۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔"

بیان کے لیے ان جملوں کی تکلیف لفظوں سے زیادہ تھی۔ وہ صرف کہہ پائیں: "ایسا نہ کہیے، خدا آپ کو لمبی عمر دے یا پھر ہم دونوں اکٹھے دنیا چھوڑیں۔"

انس کے تعزیتی اجتماع میں شہداء کی مائیں اُن کی والدہ کو گھیرا ڈالے ہوئے تھیں اور شہداء کی بیویاں ایک دوسرے کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ہر ایک اپنی کہانی سناتی اور دوسروں کے دکھ کو ہلکا کرتی۔ لیکن انس کی کہانی میں سب کے لیے تسلی کا پیغام تھا۔ کوئی بڑھ کر بیان سے کہتا: "سر اُٹھا کر جیو، تمہارا شوہر فخر ہے۔ اُس نے بہت محنت کی اور اب اُسے آرام نصیب ہوا ہے۔"

ان سب کے درمیان بیان کی نگاہ بار بار گھڑی پر ٹھہر جاتی اور اُن کی آنکھیں موبائل کی اسکرین پر جمی رہتیں، جہاں انس کی تصویر روشن تھی۔ وہ آہستہ سے اپنے سر کو میری جانب جھکا کر بولیں: "میں جو خود بھی پرانے داغ رکھتی ہوں، مجھے لگتا ہے وہ ابھی فون کرے گا یا اچانک آ کر ثابت کر دے گا کہ یہ سب غلط ہے۔" پھر اپنی نشست سیدھی کرتے ہوئے زیرِ لب کہنے لگیں: "میرا دل اندر ہی اندر پگھل رہا ہے... کون ہے جو میرا سرتاج مجھے لوٹا سکے؟

علامہ سید سلیمان ندوی برصغیر کے مشہور مؤرخ، سیرت نگار، عالم اور محقق تھے جن کا شمار اردو ادب کے نامور مصنفین میں ہوتا ہے۔

عذرا خالد

ابتدائی زندگی اور تعلیم:

پیدائش: 22 نومبر 1884ء پٹنہ (عظیم آباد)، بہار میں پیدا ہوئے۔ سید سلیمان ندوی کے والد حکیم سید ابوالحسن ایک صوفی منش انسان تھے۔ آپ نے تعلیم کا آغاز خلیفہ انور علی اور مولوی مقصود علی سے کیا اور اپنے بڑے بھائی حکیم سید ابو حبیب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 1901ء میں سید سلیمان ندوی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں داخلہ لیا اور سات سال تک تعلیم حاصل کی، جہاں استاد علامہ شبلی نعمانی کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے۔ 1906ء سلیمان ندوی نے ندوہ سے تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی زندگی میں بیش بہا علمی اور ادبی خدمات انجام دیں۔

سیرت النبیؐ کی تکمیل:

یہ آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے۔ آپ کے استاد علامہ شبلی نعمانی اس کتاب کی پہلی دو جلدیں لکھ کر 1914ء میں انتقال کر گئے تھے۔ شبلی کی وصیت پر، سید سلیمان ندوی نے دکن کالج پونا میں اپنی ملازمت ترک کی اور باقی چار جلدیں خود مکمل کیں۔ تصانیف میں سیرت عائشہؓ، حیات شبلی، تاریخ ارض القرآن (2 جلدیں)، نقوش سلیمان، عرب و ہند کے تعلقات (خطبات الہ آباد کا مجموعہ)، خطبات مدراس (سیرتِ نبوی پر 8 خطبات کا مجموعہ)، اور عربوں کی جہاز رانی شامل ہیں۔

سید سلیمان ندوی کی تصنیف سیرت عائشہؓ:

سید سلیمان ندوی کی تصنیف "سیرت عائشہ صدیقہ" خواتین کی تربیت کے حوالے سے ایک مکمل نصاب اور عملی خاکہ پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کو مسلمان خواتین کے لیے ایک مثالی نمونے کے طور پر پیش کرتی ہے، جس میں تربیت کے درج ذیل اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

علمی و فکری تعلیم کی اہمیت:

کتاب کا سب سے اہم مقصد خواتین میں علم حاصل کرنے کی جستجو اور شوق پیدا کرنا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام کو تفصیل سے بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ اسلام میں عورت کو علم کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچنے کی مکمل آزادی اور گنجائش دی گئی ہے۔

امت کی معلمہ:

سید سلیمان ندوی نے تصنیف میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف زوجہ رسول ﷺ نہیں تھیں، بلکہ فقہ، حدیث، تفسیر اور اسرار الدین میں بھی عبور رکھتی تھی۔ ان سے علم کا اتنا بڑا ذخیرہ اُمت تک پہنچا کہ مشہور ہے کہ اُمت نے آدھا دین آپ سے سیکھا۔

خواتین کی علمی قیادت:

آپ رضی اللہ عنہا کو "افقہ النساء المسلمین" (مسلمان عورتوں میں سب سے بڑی فقیہ) کا درجہ حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے مخصوص مسائل کو پردے کے پیچھے سے نہایت وضاحت اور دلیری سے بیان کیے، جو خواتین کو شرعی احکام سکھانے کا ایک بہترین تربیتی طریقہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی للہ عنہ کی ذہانت کا بیان:

کتاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی ذہانت، شعر وادب سے واقفیت اور روایات کو بیان کرنے کی صلاحیت کو بھی واضح کرتی ہے، جس سے خواتین کو سوچ و فکر اور تحقیق کی عادت اپنانے کی ترغیب ملتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت واطاعت:

خانہ داری اور ازدواجی زندگی کا حصہ خواتین کو شوہر کے حقوق، اُلفت اور اطاعت کا درس دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی کامل رفاقت میں جو کردار ادا کیا، وہ ہر مسلمان عورت کے لیے کامیاب ازدواجی زندگی کا ایک مکمل عملی نمونہ ہے۔

خانہ داری اور معاشرتی تربیت:

اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ خواتین کی تربیت کا دائرہ صرف گھر کی چاردیواری تک محدود نہیں، بلکہ وہ اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے بھی ایک اہم معاشرتی کردار ادا کر سکتی ہیں۔

بہترین خانہ داری:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ایک سادہ سا گھر تھا۔ آپ نے کم وسائل میں بہترین خانہ داری کا انتظام کیا۔ یہ خواتین کو ہنر مندی، نظم وضبط اور وسائل کے بہترین استعمال کی تربیت دیتی ہے۔

سید عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی زندگی خواتین اسلام کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ برصغیر پاک وہند کے نامور مؤرخ اور سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندوی کی ابتدائی تصنیف ہے۔ 1920ء میں یہ کتاب پہلی بار شائع ہوئی۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قسط نمبر: ۹ زوجہ محمد اقبال

یہ لشکر یمن پہنچا اور یمن کو اور یمنیوں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا اس طرح دین نصرانیت اور دین یھودیت ان علاقعوں میں پھیلتا چلا گیا یہاں ابن لحئ کی وجہ سے بت پرستی شروع ہو گئ اور مشرکین مکہ آ گئے اور اسلام کا اصل تصور ختم ہو گیا

ارباط اور ابو یکسوم ابرہہ بن صباح یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کے لیے نکل آئے۔ عام حملہ ہو اس سے بیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت، آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اس کی۔ چنانچہ یہ بات طے ہو گئ اور دونوں میدان میں نکل آئے ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونا خون کر دیا ناک ہونٹ اور منہ کٹ گیا، ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقعہ پر ارباط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا، علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ نجاشی شاہ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ قسم اللہ کی میں تیرے شہروں کو پامال کر دوں گا۔ اور تیری چوٹی کاٹ لاؤں گا، ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیئے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھر دی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دیئے۔ اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور چوٹی کے بال بھی، آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمائیے اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی، اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لیے ایک ایسا گرجا تعمیر کر رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو اور پھر اس نے گرجا گھر کا بنانا شروع کیا۔

بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا بہت مضبوط بے حد خوبصورت اور منقش و مزین گرجا بنایا۔ اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لیے عرب اسے «قلیس» کہتے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا۔ اب ابرہہ اشرم کو یہ سوجھی کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں، اپنی ساری

مملکت میں اس کی منادی کرادی، عرب کو یہ بہت برا لگا، ادھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے، تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ کر کے چلا آیا چوکیداروں نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے جوش اور غضب میں آکر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔ اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند ملے جلے نوجوان قریشیوں نے اس گرجا میں آگ لگادی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گرجا جل گیا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تاکہ کوئی روک نہ سکے۔ جاری ہے۔۔

عائزہ چوہدری

یہ کہانی ہے قوم کی اک ایسی بہادر بیٹی کی جو اپنے خوابوں کی تکمیل کرتے کرتے جان کی بازی ہار گئیں لیکن ملک و قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا اور اسی کی بدولت ہمارے دلوں میں آج بھی زندہ ہیں۔

میں بات کر رہی ہوں مریم مختار کی۔ وہ 24 فروری کو 1992 کو کراچی میں پیدا ہوئیں اور ان کا خواب تھا کہ وہ فضائیہ میں شامل ہو کر ملک کی خدمت کریں۔ انھوں نے اپنے خواب کو پورا کرنے کے لئے ان تھک محنت کی اور بالآخر پاکستان ایئر فورس میں شامل ہوئیں۔ انھوں نے اپنی تربیت کے دوران ایک بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور جلد ہی ایک قابل پائلٹ بن گئیں۔

24 نومبر 2015 کو، جب وہ تربیتی میشن پر تھیں اور ان کا طیارہ ایک حادثے کا شکار ہو گیا، جس کے نتیجے میں وہ شہید ہو گئیں۔ مریم مختار شہید ہونے والی پاکستان کی سب سے پہلی خاتون فائٹر پائلٹ تھیں۔ 23 سالہ جوان اور بہادر پائلٹ کی شہادت نے قوم کو غمگیں کر دیا، ان کی بہادری کی وجہ سے 23 مارچ 2016 کو ان کو ایوارڈ "تمغہ بسالت" سے نوازا گیا۔ ان کی بہادری اور قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ مریم مختار کی شہادت نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس قوم کی امانت اور اس مٹی کی بیٹی تھیں۔ وہ ان خواتین کے لئے ایک مثال ہیں جو اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لئے پرعزم ہیں اور ملک کی خدمت کرنا چاہتی ہیں۔

قرآن میں شہید کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔" (سورۃ البقرہ 154)

نعم البدل

بشریٰ حفیظ الدین

ہم عورتیں، بظاہر

بھول جاتی ہیں، بہت کچھ، ماضی کے رشتے، لمحے، باتیں، تعلق، احساسات، حتیٰ کہ وہ چہرے بھی، جو کبھی دل کے بہت قریب ہوتے تھے۔

جن کے بغیر ہم ایک لمحہ نہیں رہ سکتے تھے، مگر یہ سب کچھ تب ہوتا ہے، جب زندگی میں ہمیں بہترین نعم البدل نصیب ہو جائے، ایسا شخص، جو صرف ساتھ ہی نہ دے، بلکہ دل کو وہ سکون، وہ اپنائیت، وہ تحفظ دے، جو ماضی میں ہم سے چھن گئی ہو۔

پھر جب ہمیں یہ نعم البدل مل جائے، تو ماضی جیسے خود بخود دُھند میں گم ہونے لگتا ہے۔ نہ کسی سے شکوہ باقی رہتا ہے، نہ کسی لمحے کی شدت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر زندگی میں آنے والا انسان وہ سب نا دے سکے جو ہمارے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے، تو پھر ہر نئی ٹھیس پر، دل ماضی کی طرف پلٹنے لگتا ہے۔

پھر وہ لمحے، وہ لوگ، وہ باتیں، سب کچھ شدت سے یاد آنے لگتا ہے، جنہیں ہم نے کبھی صبر کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ دل اُن لمحوں کو حال سے موازنہ کرنے لگتا ہے، سوچتا ہے، کون زیادہ سمجھتا تھا، کون بے آواز ساتھ دیتا تھا، کون صرف موجود نہیں، مخلص بھی تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ عورت کی یادداشت نہیں، اُس کا احساس بہت حساس ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ بھول سکتی ہے، مگر صرف اُس وقت، جب اُسے یقین ہو جائے کہ اب جو اُس کے پاس ہے، وہ واقعی اُس کا ہے، اُس کے دل کے ساتھ، اُس کے حال اور ماضی کے بوجھ سمیت۔

اور جب یہ یقین نہ بن پائے، جب ہر بات میں خلا محسوس ہو، تو عورت کا دل وہ سب کچھ یاد کرنے لگتا ہے، جو ماضی میں اُس سے چھن گیا ہو، اور پھر یہ یادیں صرف یادیں نہیں رہتیں، یہ اُس کی تنہائی کا حصہ بن جاتی ہیں اور وقتاً فوقتاً اُسے رلاتی ہیں۔

عجب امتحان میں خود کو ڈالا

صالحہ بنت شروانی

زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے، اور اس نئے طرزِ زندگی نے خواتین کے روزمرہ پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ جہاں بہت سی مثبت اقدار زندگی کا حصہ بنی ہیں، وہیں کچھ منفی رجحانات بھی معاشرتی وبا کی طرح پھیل رہے ہیں، جن میں دیکھا دیکھی کسی بھی نئے فیشن کو اپنانا شامل ہے۔ ایک ایسے ہی فیشن نے مجھ ناچیز کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا۔ میں نے معاشرے میں پھیلی اس نئی "منفی" چیز کو قبول کرنے کا ارادہ کیا، مگر دس بار سوچا اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا اس کا کوئی متبادل ہو سکتا ہے؟ لیکن آخرکار دل کے آگے ہار ماننی پڑی اور یہ قدم اٹھا ہی لیا۔

سب سے پہلے جو سوالات ذہن میں آئے، وہ میری اصلی زندگی کے حوالے سے تھے: گھر کے کاموں کا کیا ہوگا؟ آٹا کیسے گوندھے گا؟ پیڑے کی ڈوبنانا، دہی کو بیٹر سے پھینٹنا (اس بیٹر کو پکڑنا ہی کیا مشکل نہیں ہوگا؟)، ٹماٹر کاٹنا، پیاز کا ناراض ہو جانا کہ اسے کاٹے بغیر کھانا کیسے بنے گا، اور حلوہ بھوننے کے لیے درکار محنت کا کیا ہوگا؟ اور ان سب سے بڑھ کر مذہبی اور صفائی کا پہلو، یعنی "پاکی اور ناپاکی" کا مسئلہ۔ اس کا حل سوچتے ہوئے، بیٹیوں سے مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ مستقل لگانے کے بجائے، صرف چند گھنٹوں کے لیے لگا لیا جائے۔ مگر یہ چند گھنٹے کب ہوں؟ بازار کی روٹی گھر پر پسند نہیں کی جاتی، لہٰذا سالن بھی بنانا ہے، صفائی لازم و ملزوم ہے، اور استری کے بغیر گزارا مشکل۔ آخرکار یہ طے پایا کہ کسی دعوت میں جانے سے پہلے لگائے جائیں۔

اب اس کو لگانے سے پہلے سب سے مشکل مرحلہ تھا میچنگ! خاتون ہونے کے ناطے، کپڑوں کے رنگ کے بالکل مماثل رنگ کے ناخن چاہیے تھے۔ بڑی تلاش کے بعد ایک رنگ سمجھ آیا اور اس رنگ کے "نقلی ناخن" خرید لیے گئے۔ بیٹی سے لگواتے وقت درد بھی ہوا، بیٹی نے دلاسہ دیا کہ درد ہوگا مگر آپ عادی ہو جائیں گی۔ مگر شوق کا کوئی مول نہیں، لہٰذا یہ درد بھی برداشت کیا۔ جب کپڑوں سے بالکل ملتے جلتے، بڑے بڑے نقلی ناخن لگ گئے تو ہاتھ پر عجب "چڑیل والے" اثرات مرتب ہوئے! بیٹوں نے تو خود سے دور بھاگنا شروع کر دیا، البتہ

بیٹیوں نے خوب سراہا۔

اس کے بعد عملی زندگی کا امتحان شروع ہوا: موبائل اٹھانے لگی کہ دوست کو بتاؤں کہ بس آنے والے ہیں، مگر ٹائپنگ نہ ہو سکی۔ جوتے پہنے تو اسٹریپ نہ لگیں۔ دعوت میں لے جانے کے لیے پہلے سے تیار کھانا اُٹھانے لگی تو پیالہ گرتے گرتے بچا، جان نکلتے نکلتے رہ گئی۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور ساتھ ہی یہ ڈر بھی کہ کہیں کوئی ناخن اُکھڑ نہ جائے، ورنہ ہاتھ بہت عجیب لگے گا۔

دعوت میں پہنچی، سہیلیوں سے ہاتھ ملانے سے گریز کیا کہ کہیں وہ ڈر نہ جائیں۔ بریانی بغیر مزے کے کھائی کیونکہ اس کا اصل لطف تو "انگلیوں کے پوروں" سے لگا کر کھانے میں آتا ہے۔ سالن نکالتے وقت تو یہ خوف طاری رہا کہ اگر ایک بھی ناخن اس میں گر گیا تو اس ہال میں کیا ہوگا؟ وہ میرون رنگ کا نقلی ناخن دیکھ کر جس کی پلیٹ میں نکلے گا، اس کی چیخ تو الامان الحفیظ!

تمام مراحل کے دوران لوگوں کے سوالات کب لگوائے؟ کیا نماز ہو جاتی ہے؟ درد تو زیادہ نہیں ہو رہا؟ ان سب کے جوابات دے کر گھر پہنچی تو پتا چلا کہ ایک ناخن کہیں راستے میں ہی گر چکا تھا! انگلیوں میں درد تھا اور گھر کے کاموں کی فہرست سامنے تھی۔ فوراً اس اضافی چیز کو اُتارا اور سکون کا سانس لیا۔ جب یہ نقلی ناخن اترے تو یوں محسوس ہوا جیسے میرے اصلی ناخن میرے شکر گزار ہو رہے ہیں کہ انہیں ہوا ملی۔ ایک اضافی بوجھ ہٹ گیا تھا۔ ہاتھ ہلکے ہلکے محسوس ہوئے۔ اور جب ہاتھ ہلکے محسوس ہوئے تو اپنا آپ اضافی بوجھ سے ہٹتا ہوا لگا۔ اس تجربے سے یہ احساس ہوا کہ بناوٹ اور نقلی چیزیں راحت کا باعث نہیں بلکہ عافیت اور سکون چیزوں کو ان کی اصلی حیثیت میں ہی استعمال کرنے میں ہے۔

ذرا مسکرائیں

باجی: (پڑھاتے ہوئے) اچھا خالد بتاؤ دو اور تین کتنے ہوتے ہیں۔

خالد: پانچ

باجی: شاباش! لو یہ پانچ چاکلیٹ

خالد: (پچھتاتے ہوئے) اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو بیس بتاتا نہیں۔

دو چور کسی مکان میں جا گھسے۔ ان میں سے ایک ذرا عقل مند تھا۔ اندھیرے میں اس کی کسی چیز سے ٹکر ہو گئی۔

مالک مکان جاگ اٹھا اور پوچھا کون؟ عقل مند چور نے بلی کی آواز بنا کر کہا "میاؤں" مالک سمجھا سچ مچ بلی ہو گی۔

اتفاق سے دوسرے صاحب بھی کسی چیز سے ٹکرا گئے۔

مالک مکان پھر زور سے چلایا کون؟

آپ بولے "میں دوسری بلی ہوں"۔

خواتین کے مسائل

دارالافتاء الاخلاص

لڑکے نعمت اور لڑکیاں رحمت حدیث کی تحقیق

(فتوی نمبر:446)

سوال: لڑکے نعمت ہیں، ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور لڑکیاں رحمت ہیں، ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ مفتی صاحب! کیا یہ حدیث درست ہے؟

جواب: یہ بات محض ایک مقولہ ہے، حدیث نہیں ہے، تذکرۃ الآباء وتسلیۃ الأبناء (ص: 21 ط، دار السلام) میں شیخ کمال الدین عمر بن احمد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے بغیر سند کے ذکر کی ہے، لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ ایک مقولہ ہے جو عربی ادب کی بعض کتابوں میں ان الفاظ کے ساتھ پایا جاتا ہے: "البنات حسنات والبنون نعم" (الذخائر والعبقریات البرقوقي، ط: مكتبة الثقافة الدينية)-------

خلاصہ کلام:

اس ساری تفصیل سے واضح ہوا کہ اس قول کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ واضح رہے کہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہی اللہ تعالی کی نعمتیں ہیں۔ ارشاد باری ہے "یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ، اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۔ (الشوری:49)

ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، لڑکے دیتا ہے یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا اور لڑکیاں بھی، اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے قدرت کا بھی مالک۔

عورت کا محفل میں نعت پڑھنا (فتوی نمبر:32357)

سوال: مفتی صاحب! رہنمائی فرمائیں کہ آج کل عورتوں کے میلاد کا فیشن بنتا جا رہا ہے جو کہ اسپیکر پر نعتیں پڑھی جا رہی ہوتی ہیں، کیا اس طرح عورتوں کا نعتیں پڑھنا اور دوسری عورتوں کا اس طرح کی محفل میں شرکت کرنا صحیح عمل ہے؟

جواب: واضح رہے کہ ایسی محفلیں جہاں مرد اور عورتیں ایک ساتھ ہوں یا نعت پڑھنے والی عورت کی آواز مرد بھی سن رہے ہوں تو ایسی محفل میں عورت کا نعت پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ ایسی محفل جہاں صرف خواتین ہوں تو وہاں شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے عورت کا نعت پڑھنا جائز ہے۔

چونکہ آج کل عموماً ایسی محفلوں میں شرعی حدود کی رعایت نہیں رکھی جاتی ہے، لہذا کسی محفل میں اگر ان حدود کی رعایت نہیں رکھی جا رہی ہو تو عورت کو ایسی محفل میں نعت پڑھنے اور اس میں شرکت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین

عورت کا اصل مقام

افروز عنایت

جولیا جب تک عائشہ سے نہ ملی تھی وہ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے خوش قسمت سمجھ رہی تھی آزاد فضاؤں میں اپنی مرضی کے مطابق آزادی کی زندگی گزارنا، کوئی روک ٹوک نہیں، بڑی رنگین زندگی گزر رہی تھی۔

اسکی زندگی میں تبدیلی عائشہ کی وجہ سے آئی، جسنے اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی۔

پہلی مرتبہ عائشہ سے اسکی ملاقات اپارٹمنٹ کے کوریڈور میں ہوئی، جہاں وہ دونوں لفٹ کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں، اسکے لباس (عبایہ) کو دیکھ کر اسنے ناگواری سے منہ دوسری طرف پھیر لیا، کہ یہ مسلم لڑکیاں بالکل جاہل ہوتی ہیں۔ لفٹ رکی تو اس میں سے تیزی سے باہر آنے والا شخص جولیا کے قریب دکھے اسکے بڑے تھیلے سے ٹکرایا، جسکی وجہ سے تھیلے میں پڑی تمام اشیاء گر کر زمین پر دور دور تک بکھر گئیں، عائشہ فوراً آگے بڑھی اور اسکے تھیلے سے گری ہوئی اشیاء کو سمیٹنے میں اسکی مدد کی، جولیا نے عائشہ کا شکریہ ادا کیا ، یہ انکی پہلی سرسری سی ملاقات تھی۔

اتفاقاً دونوں ایک ہی فلور پر رہتی تھی، بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا تو عائشہ نے اسے ایک دن اپنے گھر مدعو کیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی جولیا عائشہ کے گھر پہنچی ، جہاں اسکی چند دوست بھی موجود تھیں، جن میں چھ سات مسلمان تھیں جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتی تھیں، لیکن سب نے اسے بڑی خوش دلی سے خوش آمدید کہا، چند لمحوں میں ہی وہ انکے اخلاق و محبت کی وجہ سے انکے ساتھ گھل مل گئی، ایک چیز دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی کہ دوسرے کمرے میں چند مرد بھی بیٹھے ہوئے تھے جو آپس میں گپ شپ میں مصروف تھے جبکہ ایک طرف چند چھوٹے بچے کھیل رہے تھے بڑے صاف ستھرے ماحول میں

کھانے پینے کے بعد عائشہ کی ایک کزن زینب نے ایک دو قرآنی آیات اور انکا مختصر خلاصہ بھی بیان کرنے کے بعد میزبان عائشہ کے لئے دعا بھی مانگی، جولیا یہ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

اس نے تو سوچا تھا کہ وہاں ہلا گلا، وغیرہ ہوگا لیکن اسے یہاں ایسا کچھ بھی نظر نہیں آیا، پہلے تو وہ بور ہو رہی تھی لیکن کچھ ہی دیر میں وہ ان سب خواتین کی اپنے ساتھ محبت اور خاص توجہ دینے کی وجہ سے ان سے اجنبیت بھی دور ہوگئی۔ رخصت ہوتے ہوئے جن خواتین کے ساتھ انکے مرد حضرات ساتھ تھے انہوں نے عائشہ کو بڑے احترام سے سلام کرنے کے بعد شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوگئے۔

اس تقریب میں عائشہ کی چند دوستوں کے

ساتھ بھی اسکی دوستی ہوگئی، قریب آنے سے انسان کی خوبیاں یا برائیاں سامنے آجاتی ہیں، ان مسلمان خواتین سے دوستی کے بعد وہ ان کی خوبیوں کی وجہ سے انکے قریب آتی گئی۔

آج سے پہلے اس کی کوئی مسلمان دوست نہ تھی، زیادہ تر اسکی دوستی غیر مسلم مردوں کے ساتھ تھی وہ اس سے اظہار محبت بھی کرتے رہتے تھے گلے بھی لگاتے لیکن انکی نظروں میں ہوس عیاں ہوتی۔ اور سوائے وقت گزاری کے لئے وہ بھی ان سے دوستی کرتی آرہی تھی۔ آج اسے محسوس ہورہا تھا کہ ان مردوں میں سے کسی نے اسے عزت نہیں دی تھی بلکہ ہر ایک اسے کھلونا سمجھ کر وقت گزار رہا تھا۔ جبکہ عائشہ کے شوہر اور اس کے مسلمان دوست اسے عزت کے ساتھ دیکھتے، بات کرتے، بلکہ اسنے یہ بھی نوٹ کیا کہ یہ تمام مرد اپنے گھر کی خواتین کو عزت اور احترام کے ساتھ ہر ممکن میں انکے ساتھ تعاون بھی کرتے ہیں۔

اس نے تو یہی سنا تھا کہ مسلمان مرد اپنے گھر کی عورتوں کو صرف گھر تک محدود رکھتے ہیں، وہ گھر اور بچوں کی خدمت میں تمام زندگی گزار دیتی ہے جبکہ یہاں تو اسنے گھر کی عورت کو اپنے گھر کی ملکہ کے روپ میں دیکھا۔

وہ اس قدر ان سب سے متاثر ہوئی کہ اس نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا، جس پر سب نے اسکی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ ہر قسم کے تعاون اور مدد کا وعدہ کیا بلکہ اپنوں کی طرح ساتھ دیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اسنے حقیقت میں محسوس کیا کہ بیشک اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو اسکا اصل مقام، عزت و توقیر اور تحفظ عطا کیا ہے ماشاءاللہ۔

اسے جب اپنا پچھلا وقت یاد آتا تو وہ اللہ سے معافی مانگتی، کہ وہ نامحرم مردوں سے دور رہے گی، اس کے ان ارادوں کو محسوس کر کے زینب نے اسے سمجھایا کہ نکاح آدھا دین ہے نکاح ہی وہ بندھن ہے جو عورت و مرد دونوں کو پاکیزہ زندگی دے سکتا ہے عورت کے لئے اسکا شوہر اس کا پاسباں اور محافظ ہوتا ہے۔ اس طرح ان تمام دوستوں نے اس کی شادی ایک پاکستانی مسلمان شخص سے کروادی گئی، اس طرح اسے ایک مضبوط سائباں مل گیا جس نے اس کی زندگی کو پر نور بنا دیا۔

فریحہ رات گئے اپنے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑی تھی۔ ہاتھ میں چائے کا کپ، سامنے شہر کراچی کی دوڑتی بھاگتی سڑکیں اور اندر گھر میں سوئے ہوئے سب لوگ۔ اس نے گہرا سانس لیا اور آنکھیں موند کر پچیس برس پیچھے لوٹ گئی۔ جب وہ پہلی بار دلہن بن کر اکرم کے گھر آئی تھی۔

(افسانہ)

طمانیت کا سفر

حنا سہیل جدہ سعودیہ عرب

فریحہ ایک عام لوئر مڈل کلاس گھرانے کی بیٹی تھی۔ باپ فیکٹری میں سپروائزر، ماں ایک سادہ گھریلو خاتون۔ زندگی اتنی آسودہ نہ تھی کہ بچت ہو سکے، مگر اتنی تنگ بھی نہیں کہ بھوکے رہنا پڑے۔ بی اے کے بعد بی ایڈ کر لیا کیونکہ کالج گھر کے قریب تھا۔ وہ سانولی رنگت مگر پرکشش لڑکی تھی، لیکن جانتی تھی کہ اس معاشرے میں رنگ اور دولت ہی لڑکی کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔

رشتہ آیا تو فیصلہ بھی جلد ہو گیا۔ اکرم گورنمنٹ ادارے میں کلرک تھا، گھر چھوٹا تھا اور ساتھ ایک تیز مزاج ساس اور دو کنواری نندیں۔ شادی کے بعد ہی فریحہ کو اندازہ ہوا کہ اصل امتحان تو اب شروع ہوا ہے۔ گھر میں مذہب کا ماحول نہ تھا، مگر نیاز، گیارہویں اور دیگیں ضرور۔ اس نے صبر کیا، مگر دل ہی دل میں اپنے رب سے رہنمائی مانگتی رہی۔

ایک دن ساس نے اسے فجر میں روتے دیکھا تو الٹا الزام لگا دیا: "یہ دعا کرتی ہے کہ ہم مر جائیں!"

فریحہ کے لیے یہ جملہ تیر کی طرح تھا، مگر اس نے خاموشی کو اپنی ڈھال بنایا۔

رفتہ رفتہ اس نے شوہر سے ٹیوشن پڑھانے کی اجازت لی۔ پہلے قرآن، پھر اسکول کے مضامین۔ پڑھنے کا شوق تھا تو پڑھانے میں کمال پیدا کر لیا۔ دن رات محنت کی، بچوں کی تربیت کی اور شوہر کا سہارا بھی بنی۔ اللہ نے چار اولادیں عطا کیں: تین بیٹے اور ایک بیٹی۔

گھر چھوٹا پڑ گیا تو فریحہ نے شوہر کے ہاتھ میں رقم رکھی: "بچوں کے مستقبل کے لیے ہمیں اور جگہ دیکھنی چاہیے۔" یوں بفر زون میں چھوٹا سا فلیٹ لیا گیا، جو آگے چل کر خوشیوں کا مرکز بنا۔

فریحہ نے اپنی ضد نہیں کی، مگر اپنے اصول ضرور قائم رکھے۔ بچوں کو نماز روزے کا پابند بنایا، اخلاق سکھائے اور دین سے جوڑا۔ شوہر اکرم شروع میں لاپرواہ تھا مگر جب بیٹوں کو مسجد کا پابند دیکھا تو خود بھی ایک دن خاموشی سے مسجد نکل گیا۔ اس لمحے فریحہ نے سجدۂ شکر کیا۔

وقت کے پہیے تیز تھے۔ بڑے بیٹے نے کمپیوٹر کے کورسز کے بعد بی سی ایس شروع کیا، دوسرا اکاؤنٹس کی تعلیم

میں لگ گیا، اور بیٹی عالیہ میڈیکل کالج کی پہلی سال کی طالبہ تھی۔ فریحہ نے طے کیا تھا کہ عالیہ کی شادی تبھی ہوگی جب وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوگی۔

پچیس برس میں سب بدل گیا۔ ساس اس دنیا سے رخصت ہوگئیں، نندیں اپنے گھروں کی ہوگئیں، اور آج فریحہ کے بڑے بیٹے کا نکاح تھا۔ بیٹے نے خود کہا: "امی! نکاح سادگی سے ہوگا۔ جہیز کی کوئی ضرورت نہیں۔"

یہ سن کر فریحہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ نکلے۔ فریحہ کو اچھے سے یاد تھا کہ جب بیٹی کو اس نے رخصت کیا تو اسے سمجھایا کہ بیٹی خدمت میں عظمت ہے لیکن خدمت کرتے ہوئے آپنے حقوق نہ بھول جانا اور کبھی اپنی عزت پر کمپرومائزنہ کرنا۔ اسلام ہر ایک کے حقوق اور فرائض سمجھاتا ہے اگر تمھارا کوئی حق لینے کی کوشش کرے تو اسے اچھے سے بتادو کہ زندگی میں صرف حقوق دینا نہیں ہوتا لوگوں کو فرائض بھی معلوم ہونے۔

جب فریحہ کی بیٹی جاب کے لیے جاتی ہے تو داماد صاحب بھی گھر کے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔ یہ تبدیلی دیکھ کر فریحہ خوشی سے رب العالمین کا شکر ادا کرتی ہے۔

گھر کے باہر "فاران ٹیوشن سینٹر" کا بورڈ لگا تھا۔ یہ صرف کاغذی نام نہیں تھا بلکہ فریحہ کی جدوجہد اور قربانیوں کا اعلان تھا۔ اس سینٹر میں آنے والی ہر بچی کو وہ اپنی بیٹی سمجھتی۔ کسی کو پڑھائی کے ساتھ کمپیوٹر سکھاتی، کسی کو ہنر۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر لڑکی اپنی پہچان کرے اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیت کو پہچان کر آگے بڑھے۔

بالکونی میں کھڑی فریحہ آج سکون اور شکر کے احساس کے ساتھ مسکرا رہی تھی۔ اس نے زندگی کو عبادت سمجھ کر گزارا، اور اللہ نے اسے نیک اولاد کی صورت میں وہ بدلہ دیا جو دعا سے بڑھ کر تھا۔

دنیا میں مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔۔ (سورہ ص ائیت نمبر 24)...

فریحہ نے کپ کی آخری چسکی لی اور سجدہ شکر میں جھک گئ۔۔۔

احترام

رقیہ عطاء اللہ

دادی جان اور نانی جان کے رشتے بھی کتنے پیارے، کتنے عجیب ہوتے ہیں نا۔ نانی سراپا محبت اور دادی محبت کے ساتھ سختی کا امتزاج لئے۔ لیکن اپنے سے دور ہونے پر بے چین بھی ہو جاتی، یاد کرتی رہتی۔

گرمیوں کا وہ موسم آج بھی یادوں کے دریچوں میں جھانکنے لگتا ہے جب اسکول سے پیاس کی شدت سے چھٹی لے کر گھر آئی دادی اپنے قدیم سبز رنگ کے جھولے میں جو کہ پاکستان بننے سے پہلے کا تھا جھول رہی تھیں برآمدے کے ایک کونے میں رکھا ہوتا تھا۔

میں نے آتے ہی کہا دادی مجھے ٹھنڈا پانی فریج سے نکال کر دیں۔ دادی نے صاف کہہ دیا: نہیں دوں گی۔ میں نے پھر سے اصرار کیا اور چند مرتبہ دہرایا تو بولیں:

اے لڑکی! کان کھول کر سن میں ایسی ہوں کہ تمہیں فریج میں ڈال دوں گی لیکن پانی نہیں دوں گی۔

دوسری جانب امی جان کچن میں کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں وہ مسلسل دادی پوتی کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ اپنے کام چھوڑ کر پانی دیا اور میں واپس اسکول چلی گئی لیکن انہوں نے دادی کو بڑی کے ادب و احترام کی بناپر کچھ نہ کہا نہ تب نہ ہی بعد میں کبھی۔ یہی سوچ کر کہ یہ کھٹے میٹھے معاملات تو ہوتے ہی رہتے۔

خصوصاً بچوں کی وجہ سے کسی کو بڑے کو جواب نہ دیا جائے نہ ہی بعد میں بچے کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ نفرت ہی نفرت دل میں لیے بڑا ہو اور اسی طرح پلٹ کر جواب دینا، بدتمیزی کرنا، ادب ہے کیا چیز؟ اسکے نام سے ہی واقف نہ ہو۔

ہمارے معاشرے میں ساس بہو کے رشتے کو بہت بھیانک کر کے پیش کیا جاتا ہے اور یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ اس کا کردار تو اک دشمن کی مانند ہے جو آپ کو کچھ نہیں نصیب ہونے دے گی۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس۔ اگر انصاف کے ساتھ غور کیا جائے تو یہ ساس وہی خاتون ہوتی ہیں جو کہ اپنے بیٹے کے لیے اپنی آنے والی نسل کے لیے آپ کا انتخاب کرتی ہیں۔ کیا کبھی سوچا کہ بہو اس کے آنکھوں میں سجائے خواب پورے کرنے کا سوچتی ہے؟ اس کا سمجھانے کو، خیر خواہی کو اس طرح دیکھتی ہے جس طرح اپنی امی کی نصیحت کو اپنے لیے نافع تصور کرتی پلو سے باندھتی۔ اسی طرح بچوں کے ساتھ نوک جھونک ان کے آگے عملی زندگی میں آنے والی مشکلات کے لیے گویا ایک بہترین تربیت ہو رہی ہوتی ہے تو بجائے گلے شکوے کے، نفرت کے، لڑائی جھگڑے کے یہ چار دن کی زندگی کیوں نہ محبت کے ساتھ، نظر انداز کر کے، مثبت سوچ کے ساتھ گزار لی جائے!؟

بیوٹی ٹپس

ام حسن

ویسے تو ہر موسم میں آپ کی جِلد توجہ چاہتی ہے لیکن سردیوں میں اسے خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ گرم موسم میں جہاں ڈی ہائیڈریشن اور جِلد پر ایکنی جیسے مسائل جنم لیتے ہیں، وہیں سرد موسم میں جلد کو خشکی، روکھا پن اور اس کا پھٹ جانا جیسے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ خاص طور پر کالج لائف ایک ایسا دور ہوتا ہے، جہاں ایک طرف تعلیم اور کیریئر کی فکر ستاتی ہے تو دوسری طرف جِلد میں ہونے والی تبدیلیوں کے باعث اسکن کیئر روٹین پر عمل کرنا ایک اہم ذمہ داری معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بدلتا موسم صنف نازک سے ایک نئی اسکن کیئر روٹین اپنانے کا متقاضی ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سردیوں میں اسکن کیئر روٹین میں کون سی تبدیلی لائی جائے، جس کی بدولت جِلد کی تروتازگی اور شفافیت برقرار رہے۔

بیوٹی پراڈکٹس کا عقلمندانہ انتخاب

☆ایسے کلینزر کا انتخاب کریں، جو موئسچرائزر کی بھی خصوصیات کا حامل ہو۔ ساتھ ہی کلینزنگ کرتے وقت چہرے کو کھرچنے سے گریز کریں۔

☆صابن کا استعمال کم کردیں کیونکہ اس سے جِلد کی قدرتی نمی میں کمی آتی ہے۔

نیم گرم پانی

ہم جانتے ہیں کہ سرد موسم میں غسل کرنے کے لیے ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تیز گرم پانی کا استعمال کیا جائے۔ لیکن اگر آپ کو اپنی جِلد سے محبت ہے تو تیز گرم پانی سے غسل یا چہرہ دھونے کے بجائے نیم گرم پانی کا استعمال کریں اور غسل کا دورانیہ 10 منٹ سے زیادہ نہ ہو۔ زیادہ گرم پانی جِلد کے لیے نقصان دہ ہے، جو قدرتی چکنائی کو ختم کردیتا ہے۔ گرم پانی جِلد پر خشکی لانے کا سبب بن جاتا ہے اور اگر نہانے کے فوراً بعد جِلد کو موئسچرائز نہ کیا جائے تو اگیزیما اور جھریوں جیسے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسی لیے غسل یا چہرہ دھونے کے فوری بعد ایسا موئسچرائزر استعمال کریں۔

انتخاب کریں، جس میں ٹائٹینیم ڈائی آکسائیڈ اور زنک

ہاتھوں اور پیروں کی حفاظت

جن لوگوں کی جِلد نازک ہوتی ہے، سردی کے موسم میں ان کے ہاتھوں اور پیروں کی جِلد بہت زیادہ اترنے لگتی ہے اور ایڑیوں کے پھٹنے جیسے مسائل درپیش آتے ہیں۔ اس کیلئے ایک گلاس عرق گلاب میں دو بڑے چمچ گلیسرین اور ایک بڑے لیموں کا رس ملا کر کسی بوتل میں محفوظ کرلیں، پھر رات کو سوتے وقت اس سے مساج کریں اور صبح دھو کر کوئی اچھا سا لوشن لگائیں۔ اس کے علاوہ پانی کا کام کم کریں یا پھر دستانے استعمال کریں۔

عطیہ محمد عمیر منصوری

دین سے دوری کے معاشرے پر بُرے اثرات

ہمارے معاشرے میں دین سے دوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے، کہ ہم دین کی تعلیمات سے غافل ہو چکے ہیں۔ جو عمر ہمارے دین سیکھنے کی تھی، وہ ہم نے ڈراموں، فلموں، گانوں، موسیقی، اور گیموں میں ضائع کر دی۔

جس کا ہماری زندگیوں پر بہت برا اثر پڑا اس کی وجہ سے ہم لوگ نماز، روزہ، قرآن اور دیگر ذکر واذکار سے کوسوں دور ہو چکے ہیں، اور اس کے علاوہ والدین کی نافرمانی بڑوں کا ادب بزرگوں کا احترام، بچوں پر شفقت ہمارے دلوں سے نکل چکی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم لوگ فضول خواہشات میں اتنا مگن ہو چکے ہیں کہ مؤذن کی اذان سنائی تک نہیں دیتی۔

ہمیں نمازوں کے اوقات تک کا علم نہیں، ماشااللہ ہم لوگ جمعہ کے دن تو بڑے مؤمن بن جاتے ہیں۔ باقی نمازوں کی ہمیں فکر نہیں ہوتی۔ ہم لوگوں میں سستی کاہلی اس حد تک بڑھ چکی ہے، کہ ہم اپنی نئی نسل کو دین کی تعلیم دلوانے سے بھی قاصر ہیں۔ جب سے ٹک ٹاک ایجاد ہوئی ہے تب سے ہمارے معاشرے کا رہن سہن ہی بدل چکا ہے۔ اس نے تو ایسی تباہی مچائی کہ انسان کو معاشرے میں منہ دیکھانے کے قابل تک نہیں چھوڑا۔ رہی سہی کسر تو پب جی نے پوری کر دی، کہ انسان کا دن کا سکون اور رات کی نیندیں تک چھین لیں۔ بے حیائی کی جو لہر اس معاشرے میں گونج رہی ہے، شاید آنے والے چند سالوں ہی میں ہماری تباہی کا سبب بن جائیں۔ جس معاشرے میں لڑکیاں بے پردہ ہوں، موسیقی پر رقص کیا جاتا ہو، اور گانے عام ہوں ایسے معاشرے میں دین کیسے آئے گا۔ جیسا معاشرہ اب نظر آرہا ہے۔ ایسا پہلے تو بلکل بھی نہیں تھا۔ چند سال پہلے کی تو بات ہے کہ لوگوں کے دل ایمان سے لبریز تھے۔ اب تو ایسے لوگ چند ہی رہ چکے ہیں۔ ہر طرف ادب و احترام موجود تھا گھر کی عورتیں چار دیواری میں تھی نہ کوئی موبائل نہ ٹیلی ویژن تھا ہر طرف پُر سکون ماحول ہوتا تھا۔

ہم یہ تو سوچتے ہی نہیں کہ مرنا بھی ہے ہم نے ہماری کامیابی دین کو سیکھنے خود عمل کرنے، اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے میں ہی ہے۔ ہمارے معاشرے پر اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت کی نظر فرمائے۔ اور اسے دین و دنیا کی بہترین سمجھ عطاء کر دے آمین۔

جہالت

(حقیقت پر مبنی تحریر)

فرح احمد زئی

ازہر کی بداخلاقی کا، کھوئے ہوئے بچوں کا یاسوکن کے آنے کا یا منال کے جانے کا۔ دل تھا جو اس دن پھٹا نہیں اس کا۔

نجیبہ قد آور، اچھے رنگ روپ والی خاتون تھی، مگر ازہر کی جہالت، اس کا غرور شاید کسی حساب میں نہیں آتا تھا کہ نجیبہ جیسی عورت سے بھی نبھا نہ سکا۔ ہوس پرستی نے اس کے نفس کو بیڑیاں پہنا کر غلام بنا لیا تھا بلکہ وہ تو اول ہی سے ایسا واقع ہوا تھا، ماں باپ کا نافرمان، بھائی بہنوں کا حق مارنے والا، جھگڑالو، ظالم، مغرور، اولاد پر بھی رحم نہ کھانے والا، غرض وہ انتہا کی جہالت میں ایک ڈوبا ہوا شخص تھا۔

منال دوسری طرف اپنے سسرال میں خوب خوش تھی۔ محبت کرنے والا شوہر، باخلاق ساس اور نندیں سب ہی اچھے تھے مگر باپ برا تھا جو اسکی برائی اسے یہاں بھی نہ چھوڑ سکی۔ منال کی یہ خوشیاں بس چالیس دن تک رہنے والی تھیں، اس کے بعد اسے باپ نے ایک تاریک وانجان ویرانے میں دکھیلنا تھا۔

"منال! بیٹا ذرا دیکھنا دروازے پر کون دستک دے رہا ہے۔" منال کی ساس اسے پکارنے لگی۔

"ارے بابا آپ!! السلام علیکم! آیئے بابا اندر بیٹھے۔" وہ دروازہ کھولتے ہی خوشی سے مہکنے لگی۔

ازہر کے ساتھ آئی ہوئی نجیبہ اپنی اماں کے پاس دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

"منال اپنا سامان درست کرلو، میں تمھیں لینے آیا ہوں۔" وہ منال سے جلدی میں کہنے لگا۔ یہ کہنا تھا کہ منال کے شوہر اندر آئے، سلام کلام کیا۔

"بیٹا! ہمیں تو اپنی بیٹی کی بڑی ہی یاد آئی تھی، سوچا آپ لوگوں کو بھی نجیبہ کی بہت یاد آئی ہوگی تو اسے لے آیا اور منال کو لے جارہا ہوں، کچھ دن میں واپس آجائیگی۔" ازہر اصل بات کے افشا سے ڈرتے ہوئے چالاکی سے بولنے لگا۔

"جی انکل ضرور، کیوں نہیں۔" منال کا شوہر ادب سے بولا۔

منال اپنے بابا کے ساتھ چلی گئی مگر اپنے سسرال کبھی واپس نہ آسکی نہ نجیبہ کبھی اپنے میکے سے نکل سکی۔ ازہر نے نجیبہ پر بدکاری کی تہمت لگا کر اسے اسکے میکے بھیج دیا اور بدلے میں دی ہوئی منال کو بھی اپنے گھر ہمیشہ کے لئے بٹھا دیا۔ تب سے برسوں تک جرگے

ہوتے رہیں۔ منال کے شوہر نے قسم کھائی کہ وہ منال کو طلاق نہیں دے گا مگر جب عرصہ بہت بیتا تو منال بھی نکاح سے آزاد ہو گئی اور نجیبہ بھی۔

آج ازہر بڑا خوش تھا۔ وہ تیسری بیوی نسیمہ کو جو بیاہ لایا تھا۔ بہت پر تکلف تقریب اور کھانوں کا انتظام کیا تھا۔ اس کے بھائی یہ سوچ کر ساتھ دیتے کہ چلو اب تو گھر بسا لے گا مگر ازہر کا تو ماجدہ و نجیبہ جیسی عورتوں سے بن نہ سکا تو نسیمہ کہا اس کے نفس کو تسکین دے سکتی تھی۔ نہ رنگ روپ تھا نہ قد، نہ عمر عمر تھی نہ کسی کام کاج کی تھی اور نہ ہی ذہنی توازن درست تھا۔ لوگوں کی توقع کے مطابق کچھ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ وہ نسیمہ کو بھی اس کے میکے بٹھا آیا۔
یہی سے اللہ کے عذاب کے کوڑے اس پر برسنا شروع ہوئے۔ نسیمہ اسکی پہلی سزا تھی جہاں اس کا غرور خاک میں مل گیا۔ پھر ہوتے ہوتے سارے بھائیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ کھیتوں کے لئے کاریزوں کا پانی خشک ہو گیا۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ ڈوبتے ہوئے شخص کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا رہ گیا۔

عرصہ بعد حالات کا نقشہ یکسر بدل چکا تھا۔ منال وہ پہلے منال نہ تھی۔ کمزور و لاغر، اپنی ماں کی طرح کئی بیماریوں و ذہنی تناؤ کا شکار آج بھی اس ویران قلعے میں اس باپ کی خدمت میں چلتی پھرتی نظر آتی جو اسے اندھے کنویں میں پھینک گیا تھا۔ عمر سے پہلے ہی اپنی ساری توانائی، ذہنی قوت، صحت، حوصلہ، خوبصورتی، جوانی سب کھو چکی تھی۔ نائلہ نے اپنا گھر بسا لیا تھا۔ اور ازہر وہ اپنے بھائیوں کے ٹکڑوں پر پل رہا تھا۔ نہ کام کرتا تھا نہ کام کرنے کی قوت تھی۔ جس عورت کو اس نے ساری عمر ذلیل کیا آج بھی اسی کے سہارے کا محتاج بنا بیٹھا تھا۔ اب اپنے غرور، حیثیت، وقار، عزت سب سے محروم ہو گیا تھا، کوئی پوچھتا بھی نہ تھا اس کو اور ایسی بیماری میں قدرت نے مبتلا کیا تھا جو اسے کبھی پاکی کی حالت میں نہ رہنے دیتا، دنیا کی کوئی دوا اس کے علاج کے لئے کارگر ثابت نہ ہوئی۔

ازہر اپنی جہالت کے باعث ایک نہیں بلکہ کئی قیمتی زندگیوں کو جلا کر راکھ کر چکا تھا۔ آج وہ اپنے تمام جرائم کا خمیازہ بھگت رہا تھا اور ندامت میں ڈوبا تھا مگر اس کی مثال اس شخص کی سی تھی جو اندھیری رات میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو لیکن کچھ ہاتھ نہ آتا ہو۔ قرآن نے حق کہا ہے: "بے شک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔" (البروج:12)

پکوان

عائشہ نعیم

لبنانی حمس

درکار اجزاء: اُبلے ہوئے چنے ۳۰۰ گرام، تاہینی پیسٹ ۲ بڑے چمچے، پانی حسبِ ضرورت، نمک حسبِ ذائقہ، پسا ہوا زیرہ آدھا چھوٹا چمچہ، لیموں کا رس ایک بڑا چمچہ، ادرک کا پیسٹ ایک بڑا چمچہ، زیتون کا تیل ایک سے ۲ بڑے چمچے۔

بنانے کا طریقہ: سب سے پہلے اُبلے ہوئے چنے لیں اور انہیں ایک بلینڈر میں ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کریں تاکہ اس کا گاڑھا پیسٹ بن جائے۔ اب تاہینی پیسٹ کو بلینڈر میں ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کریں۔ درمیان میں وقفے وقفے سے تھوڑا تھوڑا پانی شامل کرتے جائیں۔ اب اس میں نمک، پسا ہوا زیرہ، لیموں کا رس اور ادرک کا پیسٹ ڈالیں اور تمام اجزاء کو اچھی طرح بلینڈ کر لیں۔ اب اس میں زیتون کا تیل ملائیں اور مزید بلینڈ کریں۔ مزیدار حمس تیار ہے۔

مرغ کبابی

درکار اجزاء: چکن ایک کلو، لہسن پسا ہوا ۲ بڑے چمچے، نمک حسبِ ذائقہ، پیاز ۲ سے ۳ عدد درمیانی، دہی ڈیڑھ پیالی، لال مرچ پسی ہوئی ایک بڑا چمچہ، سفید زیرہ ایک بڑا چمچہ، گرم مسالہ پسا ہوا ایک بڑا چمچہ، زردے کا رنگ ایک چٹکی، تیل ۴ بڑے چمچے۔

بنانے کا طریقہ: سب سے پہلے چکن کے چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور صاف دھو کر چھلنی میں خشک کرنے کے لئے رکھ دیں۔ پیاز کو موٹی کاٹ لیں اور بلینڈر میں ڈال کر باریک پیس لیں۔ پسی ہوئی پیاز کو ایک پیالی دہی میں ملائیں اور اس میں زردے کا رنگ، پسا ہوا لہسن، نمک، لال مرچ، زیرہ اور گرم مسالہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔ چکن کے ٹکڑوں کو مسالے کے آمیزے سے میرینیٹ کر کے دو سے تین گھنٹوں کے لئے رکھ دیں۔ پھر اس میں ۲ بڑے چمچے تیل ڈال کر ملائیں اور پین میں ڈال کر درمیانی آنچ پر پکنے رکھ دیں۔ ۵ سے ۷ منٹ بعد آنچ ہلکی کر کے اتنی دیر پکائیں کہ دہی کا پانی خشک ہو جائے پھر چولہے سے اتار لیں۔ چولہے پر ایک چھوٹا سا کوئلے کا ٹکڑا رکھ کر دہکا لیں۔ آدھی پیالی دہی کو پھینٹ کر چکن پر ڈالیں اور اس پر دہکتا ہوا کوئلہ رکھ دیں۔ آخر میں ۲ بڑے چمچے تیل ڈال کر ڈھانک دیں۔ ۱۰ منٹ بعد کوئلہ نکال کر دوبارہ پکنے رکھ دیں۔ ہلکی آنچ پر ۵ سے ۷ منٹ دم پر رکھ کر اتار لیں۔ اس مزیدار کبابی مرغ کا پراٹھوں اور پیاز کے لچھوں کے ساتھ لطف اٹھائیں۔